عزیز مصر

ڈاکٹر مسز صفیہ عابدیہ انیس، شعبہ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کے بادشاہ کو فرعون کہا جاتا تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ الاعراف کی کئی آیتوں میں لفظ فرعون بادشاہ مصر کے لیے آیا ہے[1]۔ مذکورہ سورت کی آیت ۱۰۴ میں ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ

یہ جملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شاہ مصر سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ الغرض اس آیت اور دوسری آیتوں سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جو شخص بھی مصر کی بادشاہت کے تخت پر متمکن ہوتا تھا وہ فرعون کہلاتا تھا، خواہ اس کا اصلی نام کچھ بھی رہا ہو، جیسا کہ الکشاف میں ہے کہ:۔

"فرعون زمانہ قدیم میں ملوک مصر یا بالخصوص عمالقہ کے بادشاہوں کا لقب تھا جس طرح کہ ترکوں کے بادشاہوں کا لقب خاقان تھا، یمن کے بادشاہ تبع، حبش کے بادشاہ نجاشی، روم کے بادشاہ قیصر اور ایران کے بادشاہ کسریٰ کہلاتے تھے۔ اسی طرح مصر کے بادشاہ فرعون تھے۔"

اس کے برعکس سورۃ یوسف میں مصر کے بادشاہ کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں تھے، فرعون کے بجائے ملک کہا گیا ہے[2]۔ درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام

کے زمانے میں حکومت فراعنہ معطل ہو چکی تھی، اور سلاطین ہیکسس سرزمین مصر میں حکومت کرتے تھے، یہ سلاطین ہیکسس غیر ملکی تھے جیسا کہ "دی انسائیکلو پیڈیا آف امریکانا" میں ہے۔

" تیرہویں اور چودھویں خاندانوں کی حکمرانی میں مرکز کمزور ہو گیا چنانچہ چرواہے پادشاہ یا بدیسی بادشاہ فرمانروا ہو گئے، انہیں بھی فراعنہ مصر میں شمار کیا گیا لیکن دراصل اس خاندان کے لوگ مصر کے رہنے والے اور وہاں کے اصلی باشندے نہ تھے، بلکہ عربی النسل اور شام سے آئے تھے "

ان سلاطین ہیکسس نے مصر کے مروجہ مذہب اور ان کے بتوں کو تسلیم نہیں کیا تھا، بلکہ شام سے وہ اپنے بتوں کو اپنے ساتھ لائے تھے اور ان کی کوشش یہ تھی کہ مصر میں ان کا مذہب رائج ہو جائے، اسی لئے قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے ہم عصر بادشاہ کو فرعون نہیں کہا گیا ہے، کیونکہ فرعون مصر کی مذہبی اصطلاح تھی اور یہ غیر ملکی بادشاہ ان کے مذہب کے پابند نہ تھے۔

لیکن توراۃ میں حضرت یوسفؑ کے معاصر بادشاہ کو فرعون کہا گیا ہے شاید تورات کے مرتبین مصر کے تمام بادشاہوں کو فرعون ہی سمجھتے تھے، اور وہیں سے بعض مفسرین قرآن بھی غلطی میں پڑے اور انہوں نے بھی حضرت یوسف کے معاصر بادشاہ کو فرعون لکھدیا۔ دوسری بڑی غلطی مفسرین قرآن سے یہ [illegible] عزیز مصر کو کوئی منصبدار یا عہدہ دار لکھا ہے غالباً توراۃ [illegible] سے غلط فہمی ہوئی ہوگی، جس میں زلیخا کے خریدار کو فوطیفار [illegible]

" کاروان اسماعیلیان یوسف را در مصر به فوطیفار که از [illegible] سردار افواج خاصہ بود بفروخت " شد

چند مفسرین قرآن کے اقتباسات حسب ذیل ہیں، عبداللہ بن عباس رقمطراز ہیں۔

"وقال الذی اشتراه" اشتری یوسف (من مصر) فی مصر وھو العزیز خازن الملک وھو صاحب جنودہ وکان یسمی قطفیر" سلہ

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔
"ایں وزیر مصر بودہ و نامش قطفیر کس میگوید اطفیر بود ونام پدرش روحیب بود او دار وغہ خزانہ مصر بود۔ وسلطنت مصر دراں گاہ در دست ریان بن ولید بود" سلہ

تفسیر ماجدی میں لکھا ہے۔
"خریدار یوسف عزیز مصر تھا۔ آئندہ بادشاہ نے یوسف کو عزیز مصر فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے عزیز کا منصب نظام ملک میں سب سے اعلیٰ منصب تھا۔ وہ خزانہ کا محافظ اور بادشاہ کے نزدیک مکین امین" ہوتا تھا۔ سلہ

الحاج عبد المجید صادق تو بری فرماتے ہیں۔
"در زبان عرب وزیر و وزیر مصر را عزیز می گفتند"۔ سلہ

امین احسن اصلاحی [illegible] ہیں [illegible] بادشاہ کے لئے [illegible]
"عزیز کے معنی غالب اور مقتدر کے ہیں [illegible] تھا
استعمال ہوتا ہے اور [illegible] بادشاہ [illegible]
اور عہدہ داروں کے لئے بھی [illegible]
تھا اس وجہ سے قرآن نے اس کے لئے [illegible]
الغرض مفسرین قرآن نے عزیز کو کوئی بڑا عہدہ دار [illegible]
وسیع اختیارات کو دیکھتے ہوئے اسے بادشاہ کے بعد [illegible]
بنا پر حضرت یوسف سے متعلق [illegible]
[illegible]

کے زمانے میں حکومت فراعنہ معطل ہو چکی تھی، اور سلاطین ہیکسس مصر میں حکومت کرتے تھے، یہ سلاطین ہیکسس غیر ملکی تھے جیسا کہ "دی انسائیکلوپیڈیا آف امریکن میں ہے۔

"تیرہویں اور چودھویں خاندانوں کی حکمرانی میں مرکز کمزور ہو گیا چنانچہ چرواہے بادشاہ یا بدیسی بادشاہ فرمانروا ہو گئے، انہیں بھی فراعنہ مصر میں شمار کیا گیا لیکن دراصل اس خاندان کے لوگ مصر کے رہنے والے اور وہاں کے اصلی باشندے نہ تھے، بلکہ عربی النسل اور شام سے آئے تھے۔"

ان سلاطین ہیکسس نے مصر کے مروجہ مذہب اور ان کے بتوں کو تسلیم نہیں کیا تھا، بلکہ شام سے وہ اپنے بتوں کو اپنے ساتھ لائے تھے اور ان کی کوشش یہ تھی کہ مصر میں ان کا مذہب رائج ہو جائے۔ اسی لئے قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے ہم عصر بادشاہ کو فرعون نہیں کہا گیا ہے۔ کیونکہ فرعون مصر کی مذہبی اصطلاح تھی اور یہ غیر ملکی بادشاہ ان کے مذہب کے پابند نہ تھے۔[۳]

لیکن توراۃ میں حضرت یوسفؑ کے معاصر بادشاہ کو فرعون کہا گیا ہے[۴]۔ شاید تورات کے مرتبین مصر کے تمام بادشاہوں کو فرعون ہی سمجھتے تھے، اور وہیں سے بعض مفسرین قرآن بھی غلطی میں پڑے اور انہوں نے بھی حضرت یوسفؑ کے معاصر بادشاہ کو فرعون لکھ دیا۔ دوسری بڑی غلطی مفسرین قرآن سے یہ سرزد ہوئی کہ عزیز مصر کو کوئی منصبدار یا عہدہ دار لکھا ہے غالباً توراۃ کی مندرجہ ذیل آیت سے غلط فہمی ہوئی ہوگی، جس میں زلیخا کے خریدار کو خواجہ فرعون لکھا ہوا ہے۔

"کاروان اسماعیلیان یوسف را در مصر بہ فوطیفار کہ خواجہ ای فرعون و سردار افواج خاصہ او بفروخت۔"[۵]

چند مفسرین قرآن کے اقتباسات حسب ذیل ہیں، عبد اللہ بن عباس رقمطراز ہیں۔

• وقال الذی اشتراہ" اشتری یوسف من مصر فی مصر وھو العزیز خازن الملک وھو صاحب جنودہ وکان یسمّی قطفیر" [6]

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

• این وزیر مصر بودہ و نامش قطفیر کسی میگوید اطفیر بود نام پدرش روحیب بود او داروغہ خزانہ مصر بود۔ و سلطنت مصر دراں گاہ در دست ریان بن ولید بود" [7]

تفسیر ماجدی میں لکھا ہے۔

• خریدار یوسف عزیز مصر تھا۔ آئندہ بادشاہ نے یوسف کو عزیز مصر فرمایا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے عزیز کا منصب نظام ملک میں سب سے اعلیٰ منصب تھا، وہ خزانہ کا محافظ اور بادشاہ کے نزدیک مکین امین" ہوتا تھا" [8]

الحاج عبدالمجید صادق نوری فرماتے ہیں ۔

• در زبان عرب وزیر فرعون مصر را "عزیز" می گفتند" [9]

امین احسن اصلاحی "عزیز" کے متعلق فرماتے ہیں:-

• عزیز کے معنی غالب اور مقتدر کے ہیں، یہ لفظ بادشاہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اونچے درجے کے با اختیار و با اقتدار افسروں اور عہدہ داروں کے لئے بھی، چونکہ یہ شخص شاہی باڈی گارڈ کا افسرِ اعلیٰ تھا، اس وجہ سے عورتوں نے اس کے لئے عزیز کا لفظ استعمال کیا" [10]

الغرض مفسرین قرآن نے عزیز کو کوئی بڑا عہدہ دار قرار دیا ہے، اور اس کے وسیع اختیارات کو دیکھتے ہوئے اسے بادشاہ کے بعد بلند ترین درجہ دیا ہے، اسی بنا پر حضرت یوسف ؑ سے متعلق جتنی بھی داستانیں معرضِ تحریر میں آئیں، ان میں بھی یہی غلطی دہرائی جاتی رہی ہے چنانچہ داستانِ یوسف و زلیخا منسوب،

الفردوسی لکھا ہے کہ مصر میں حضرت یوسف کے عہد میں خطروس نام کا بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کا ایک دانشمند وزیر تھا جس کا نام ریان بن ولید تھا اور اس کا لقب عزیز تھا اس کی بیوی کا نام زلیخا تھا۔ اشعار حسب ذیل ہیں؎

که در مصر بود اندر آں روزگار — یکی دادده پرہنر شہریار
یکی پر ہنر بود خطروس نام — فلک داده ویرا ہمہ نام و کام
مر آں شاعر ابوالحسن بُد لقب — فلک داده ویرا کمال و ادب
مراورا یکی نغز دستور بود — که از ناپسند جہاں دور بود
ورا نام ریان ابن الولید — بدید ار وکردار خوب و سعید
خداوند فرمان شاہان نه گنج — ز گنج گرانش زمین زیر رنج
ہمہ ملک خسرو بدی زآں او — خزائن ہمہ زیر فرمان او
جز او کس نبد کو خدای ملک — بر و بس نکو بود رای فلک
لقب داشت ریان فرخ عزیز — چنو کس نبُد اندر آں ملک نیز
زلیخا زنش بود موصوف بود — بجسن اندر آفاق معروف بود؎

نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے اپنی مثنوی یوسف و زلیخا میں بھی عزیز مصر کو ایک عہدیدار لکھا ہے جس کے عہدہ کی صراحت نہیں کی گئی، لیکن بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عہدہ یا منصب نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا، شاہ مصر کا ذکر اس کے خواب دیکھنے پر ہی آتا ہے اور حضرت یوسفؑ اپنی پاکدامنی کے ظاہر ہونے کے بعد قید خانے سے باہر تشریف لاتے ہیں تو شاہ مصر انہیں عزیز مصر کا عہدہ دیتے ہیں اور اس جرم کی پاداش میں کہ ایک نیک نفس، فرشتہ خصلت انسان کو بغیر قصور کے ایک عرصۂ دراز تک محبوس رکھا، سابق عزیز مصر کو اس کے عہدے سے معزول کر دیتے ہیں، چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

چو یوسف را خدا داد این بلندی — بقدر این بلندی ارجمندی

چو عزیز مصر با دولت زبوں گشت — لوائے حشمت او سرنگوں گشت
ولیکن طاقت نیاورد این خلل را — بزودی شد ہدف تیر اجل را
زلیخا روی در دیوار غم کرد — ز بار ہجر یوسفؑ پشت خم کرد[۳]

یہاں حال حضرت یوسفؑ سے متعلق لکھی گئی دیگر تصانیف کا ہے کہ عزیز مصر کو عہدیدار ہی سمجھا گیا ہے، لیکن اگر قرآنی آیات کو بغور پڑھا جائے اور واقعات کے تسلسل کا صحیح طور پر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ملک مصر کے بادشاہ کو اس زمانے میں عوام الناس "عزیز مصر" کہتے تھے، یہ قرآن مجید کی بلاغت کا بہترین نمونہ ہے کہ بادشاہ مصر کو واقعات کے بیان میں جس مقام پر اس کی جو حیثیت ہے اس کو اسی حیثیت سے مخاطب کیا ہے۔ مثلاً "الذی اشتراہ" "امرأة العزیز" "سیدہ" "ربّ" اور "ملک" یہ تمام الفاظ ایک ہی شخصیت کے لئے آئے ہیں قرآن مجید میں جن مقامات پر یہ الفاظ آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

مصر میں جس شخص نے حضرت یوسفؑ کو خریدا اس کا نام نہیں لیا گیا بلکہ ارشاد خداوندی ہے "وقال الذی اشتراہ من مصر لامرأتہ ...... الخ"[۱۱] اس جگہ بادشاہ کی حیثیت خریدار کی ہے دوسرے مقام پر ارشاد ہے "وراودتہ التی ھو فی بیتھا عن نفسہ"[۱۲] یہاں پر کسی کا نام مذکور نہیں البتہ تسلسل واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو جس شخص نے خریدا تھا اس نے انہیں اپنی بیوی کے سپرد کر دیا تھا، تاکہ ان کی پرورش کرے اس آیت میں "ہ" کی ضمیر حضرت یوسفؑ کے لئے آئی ہے اور "ھا" کی ضمیر عزیز کی بیوی کے لئے استعمال ہوئی ہے، "و الفیا سیدھا لدی الباب"[۱۳] یعنی دونوں نے دروازے پر عورت کے شوہر کو پایا، اس میں "الفیا" صیغہ تثنیہ ہے یعنی یوسفؑ اور عزیز کی بیوی دونوں نے۔ اس آیت میں چونکہ خریدار یعنی بادشاہ اپنی بیوی کی موجودگی

کی شوہر کی حیثیت رکھتا تھا اسی لئے سید آیا گیا ہے۔ ایک اور آیت
وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا
عَن نَّفْسِهِ [12] میں مصر کی عورتوں نے "امراۃ العزیز" کہا ہے کیونکہ زلیخا
کی حیثیت یہی تھی کہ وہ عزیز کی بیوی تھی۔ اسی آیت سے قبل متذکرہ بالا آیتوں
میں اگرچہ کسی کا نام نہیں ہے، لیکن یہاں امراۃ العزیز سے صاف ظاہر ہو گیا کہ
ان میں عزیز اور اس کی بیوی کا ذکر ہوا ہے، اور اگر آئندہ پیش آنے والے
واقعات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات بالکل صاف اور روشن ہو جاتی
ہے کہ عزیز مصر ہی حقیقت میں بادشاہ مصر تھا، جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا
ہے کہ جب ملک مصر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ زلیخا اپنے غلام سے عشق کرتی
ہے اور اسے گناہ پر آمادہ کرتی ہے تو زلیخا سے کسی نے بازپرس نہ کی اور نہ ہی عزیز
کو کسی نے جواب طلبی کے لئے بلایا حالانکہ یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ
ایک بات جو پورے ملک میں مشہور ہو جائے اور وہاں کے بادشاہ کو اس کا
علم تک نہ ہو، اور نہ یہ ممکن ہے کہ علم ہو جانے کے بعد بادشاہ واقعہ کی تفتیش
و تحقیق نہ کرے۔ اور قصوروار کو سزا نہ دلوائے، چنانچہ اگر بادشاہ عزیز مصر
کے علاوہ کوئی اور ہوتا، تو اسے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ ایک میرے قریبی
ماتحت کے گھر میں کیا ہو رہا ہے تو وہ اس معاملہ کی ضرور تحقیق کرواتا، اور
اس کی بیوی کو سزا دیتا، مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ زلیخا کا حوصلہ بڑھتا ہے وہ
بے خوف و خطر کر گذرتی ہے، اور جب اسے پتہ چلتا ہے کہ ملک مصر کی عورتیں اسے
مطعون کرنے لگی ہیں تو وہ ایک بڑی محفل کا انتظام کرواتی ہے اور اس میں۔۔
عورتوں کو جمع کر کے حضرت یوسفؑ کو ان کے سامنے لا کر کھڑا کرتی ہے پھر وہ سب
عورتوں کو ان کے جمال سے مسحور کر دینے کے بعد تسلیم کرتی ہے: "وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ
عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ
وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ [13] ترجمہ یہ ہے کہ اور واقعی میں نے

اس سے مطلب حاصل کرنے کی خواہش شعلہ زن ہو رہی تھی، مگر یہ پاک و صاف رہا اور اگر آئندہ میرا کہنا نہیں کرے گا تو بے شک جیل خانہ جائے گا اور بے عزت بھی ہوگا، اور یہ دھمکی یوسف علیہ السلام کو خوفزدہ کرنے کے لیے نہیں تھی بلکہ اس نے واقعی حضرت یوسف علیہ السلام کو بے قصور قید بھی کروا دیا، زلیخا کی ان تمام ناجائز اور غلط حرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مصر کے بادشاہ کی بیوی تھی اور اسے کسی کی باز پرسی کا خوف نہ تھا۔

قید خانے میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ ساقی اور ایک نانبائی بھی قید تھے ان دونوں نے خواب دیکھا اور یوسف علیہ السلام سے تعبیر پوچھی آپ نے فرمایا "اَمَّا اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّہٗ خَمْرًا" [۴۱] یعنی ساقی قید سے رہائی پائے گا۔ اور اپنے رب کو شراب پلانے کا کام کرے گا۔ یہاں یہ صاف ظاہر ہے کہ "رب" سے مراد بادشاہ مصر ہے، قرآن میں اس مقام پر نہ لفظ ملک آیا ہے اور نہ ہی عزیز اس لئے کہ وہ دونوں جن سے یوسف علیہ السلام مخاطب تھے بادشاہ کے نوکر تھے اور بادشاہ سے ہی تنخواہ پاتے تھے جس سے ان کی اور ان کے اہلِ خانہ کی پرورش ہوتی تھی نوکروں کے لئے بادشاہ رب یعنی پالنے والے کی حیثیت رکھتا تھا۔

ایک اہم واقعہ جس سے میرے نظریہ کی مزید توثیق ہوتی ہے اس وقت کا ہے، جب مصر کے بادشاہ نے خواب دیکھا۔ "وَقَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْٓ اَرٰی" [۴۳] جب دربار میں بادشاہ اپنا خواب بیان کرتا ہے اور تعبیر دریافت کرتا ہے بڑے بڑے معبر اس کے خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز ہیں اسی صورت حال میں اس ساقی کو (جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانہ میں رہا تھا اور اس کے خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بتائی تھی جو بالکل درست نکلی تھی) حضرت یوسف کا خیال آتا ہے چنانچہ وہ بادشاہ کی اجازت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے میں جاتا ہے، اور بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھ کر واپس آتا ہے

لہٰذا دربار میں بادشاہ اور درباریوں کے سامنے یہ اعلان کرتا ہے جسے
سن کر بادشاہ صرف اتنا ہی کہتا ہے " ائتونی بہ " یعنی تم لوگ
اسے لے آؤ۔ اگر یہاں یہ فرض کر لیا جائے کہ بادشاہ عزیز کے علاوہ
کوئی اور تھا جسے عزیز، اس کی بیوی اور یوسف کے واقعات کا علم نہ
تھا یا یہ مان بھی لیا جائے کہ اس کی حکمرانی کے دوران اس کے ماتحتوں کو اپنی
من مانی کرنے کی کھلی چھوٹ تھی، تو اب جبکہ بادشاہ کے خواب کی تعبیر
بتلانے سے تمام درباری اور معبرین عاجز رہ گئے تھے اور یوسف نے فوراً
بتا دیا تو بادشاہ نے کسی حیرت اور استعجاب کا اظہار نہیں کیا کہ اتنا بڑا
عالم شخص قید خانہ میں کیوں پڑا ہے؟ کس نے اس کو وہاں قید کیا ہے؟ کس
قصور کی پاداش میں اس نے یہ سزا پائی ہے؟ وہ محض یہ حکم دیتا ہے کہ
قید خانے سے اسے لے آؤ۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ
بادشاہ عزیز ہی تھا جس نے اپنی بیوی کی خواہش پر اور اسے بدنامی سے
بچانے کے لئے یوسفؑ کو بے قصور قید خانے میں ڈلوا دیا تھا، اور اس
سے اس حرکت کی باز پرس کرنے کی کسی میں جرأت و ہمت نہ تھی۔

جب بادشاہ نے آزادی کا پیغام بھیجا تو یوسف نے اپنے جرم کی
تحقیق سے قبل قید خانے سے باہر آنے سے انکار کر دیا، بادشاہ کو مجبوراً
سب درباریوں کے سامنے اپنی بیوی اور یوسفؑ کے معاملہ میں ملوث
عورتوں کو بلوا کر واقعہ کی تحقیق کروانی پڑی جب ان عورتوں نے اقبال
جرم کر لیا تو یوسفؑ بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ سے ملکی خزانے
پر مامور کرنے کے لئے کہا۔ بادشاہ نے بغیر تامل اتنا بڑا عہدہ ان کے سپرد
کر دیا، مذکورہ واقعہ سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ بادشاہ خود عزیز
تھا، اور یوسف کی اہلیت و قابلیت کا دل سے معترف تھا جس وقت
حضرت یوسفؑ اس کے گھر میں رہتے تھے وہ ان کی خداداد صلاحیتوں اور خوبیوں

سے اچھی طرح واقف تھا اس نے ان کی صلاحیت کا امتحان لئے بغیر نہایت اطمینان اور بھروسے کے ساتھ وہ عہدہ انہیں تفویض کیا جو ملکی معاملات میں سب سے اہم تھا، دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ بادشاہ اپنے درباریوں کے سامنے شرمندہ تھا جن کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ اس نے بے قصور یوسفؑ کو ایک لمبے عرصے تک قید خانہ میں رکھا اسی ندامت و پشیمانی کی بنا پر اس نے حضرت یوسفؑ کے مطالبہ کو فی الفور تسلیم کر لیا۔

"وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ"[۵۶] اس آیت سے اور واقعات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مصر کے بادشاہ کا غالباً کچھ عرصہ بعد انتقال ہو گیا تھا یا وہ حکومت کے کاموں سے بالکل دستبردار ہو گیا تھا، اور حضرت یوسفؑ مصر کے مطلق العنان بادشاہ ہو گئے تھے، چنانچہ قحط کے زمانے میں حضرت یوسفؑ کے پاس ان کے بھائی غلّہ لینے کی غرض سے آئے تو یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا اور غلّہ کی قیمتیں ان ہی کے تھیلوں میں واپس رکھوا دیں، دوسری بار جب سب بھائی غلّہ لینے آئے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے سگے بھائی کے سامان میں پیالہ رکھوا کر بہانے سے اپنے پاس روک لیا۔ قرآن میں اس پیالہ کے لئے -- "صواع الملک"[۷۲] آیا ہے اور جب ان کے بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو چھوڑ دیئے جانے کی اور ان کے بدلے میں کسی اور بھائی کو روک لینے کی درخواست کی تو یوسفؑ کو "یا ایہا العزیز"[۷۸] کہہ کر دو مقاموں پر مخاطب کیا ہے، یہاں اگر فرض کر لیا جائے کہ عزیز کوئی عہدہ تھا جس پر حضرت یوسفؑ فائز تھے اور بادشاہ مصر کے پیالہ سے غلّہ ناپ کر عوام میں تقسیم کیا جاتا تھا، اور اس پیالہ کی چوری کے الزام میں حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روک لیا تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بھائیوں نے عزیز مصر یعنی یوسفؑ سے ہی درخواست کرنے پر کیوں اکتفا کیا، اور عزیز کی جانب سے ان کی درخواست رد کر دیے جانے پر ان کے بھائیوں نے بادشاہ کا دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹایا؟